

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اشارات

جس طرح عداوتوں میں سب سے زیادہ خطرناک عداوت وہ ہے جو دوستی کے پیرایہ میں کی جائے
 اسی طرح ضلالتوں میں سب سے زیادہ خطرناک ضلالت وہ ہے جو ہدایت کے لباس میں پٹی ہو۔ آپ کھلے
 دشمن سے زک اٹھا سکتے ہیں، مگر دھوکا نہیں کھا سکتے۔ یہ ممکن ہے کہ علانیہ آپ کے مقابلہ میں آکر وہ
 آپ کی جان، مال اور عزت کو نقصان پہنچا دے، مگر یہ ممکن نہیں کہ آپ اس کو دوست سمجھ کر، اس کے
 شر سے مطمئن ہو کر اپنی جان، مال اور عزت اس کے سپرد کر دیں، اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں
 ڈال دیں۔ اسی طرح کھلی ہوئی گمراہی آپ کے عقیدے اور عمل کو فاسد کر سکتی ہے۔ مگر کبھی آپ کو اس فریب
 میں مبتلا نہیں کر سکتی کہ آپ راہ راست پر گامزن ہیں یہ ممکن ہے کہ ایک صریح ضلالت کی ظاہری زینت کو
 دیکھ کر آپ اُسے ضلالت جانتے ہوئے اختیار کر لیں۔ مگر ایسی ضلالت سے یہ خطرہ تو نہیں کہ آپ اسے
 عین ہدایت اور سراسر خیر و صلاح سمجھیں گے، اس کے شر سے اُمون ہو کر اپنے عقائد اور اعمال پر اس کو
 مسلط کر لیں گے، اور برسرِ فساد ہونے کے باوجود اس دھوکے میں پڑ جائیں گے کہ اِنَّا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ
 پس جس طرح دوست نما دشمن تمام دشمنوں سے زیادہ خطرناک ہے، اسی طرح تمام گمراہ کرنے والوں
 سے زیادہ خطرناک وہ گمراہ کرنے والا ہے جو ہادی کے لباس میں جلوہ گر ہو، اور داعی حق بن کر باطل کی
 طرف دعوت دے۔

ایک شخص آپ کے سامنے علانیہ اسلام کی مخالفت کرتا ہے؟ قرآن پر حملے کرتا ہے؟ ذات رسالت مآب پر اعتراض کرتا ہے؟ اسلامی عقائد کے خلاف دلائل پیش کرتا ہے۔ اسلامی عبادات اور خرائض دینی کو ہل ٹھیرتا ہے، اور قوانین شرعی کا ابطال کرنے میں اپنا زور بیان صرف کو دیتا ہے۔ کھانا ہوا دشمن ہے۔ صریح ضلالت کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ اگر آپ مسلمان ہیں اور مسلمان رہنے کے آپکا عزم پختہ ہے، تو اس دشمن سے آپ کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ اس لیے کہ آپ کو صاف طور پر معلوم ہے کہ یہ دشمن اسلام ہے، کفر کی طرف بلا رہا ہے۔ لیکن اگر آپ کا ایمان خفیف ہے تو بڑے سے بڑا خطرہ جو اس کی تبلیغ کفر سے ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ آپ کو اسلام سے پھیر دے گا۔ یہ خون تو اس سے نہیں کہ وہ آپ کو اسلام سے منحرف کر کے، آپ کے عقائد و اعمال خراب کر کے بھی آپ کو اس فریب میں ڈال دے گا کہ آپ مسلمان ہیں، اور اصلی اسلام وہی ہے جس کی تعلیم وہ آپ کو دے رہا ہے۔

ایک دوسرے شخص نے اشارہ پر بیٹھ کر قرآن کا مد غلط کہتا ہے، آیات الہی کی تفسیر بیان کرتا ہے ایمان و عمل صالح کی طرف دعوت دیتا ہے، عبادات میں خلوص کی تلقین کرتا ہے، اور حبیب اس تقریر سے آپ کے دل میں اپنے ہادی برحق اور داعی الی الخیر ہونے کا نقش اچھی طرح بٹھا چکنا ہے تب آپ سے کہتا ہے کہ نماز پانچ وقت کی نہیں صرف تین وقت کی ہے، روزے پورے ماہ رمضان کے نہیں صرف تین دن یا حد سے حد دس دن کے ہیں، زکوٰۃ کے لیے کوئی مقرر نصاب نہیں ہے، تمہاری مرضی پر ہے کہ جتنا چاہو خیرات کرو غرض اسی طرح وہ دل کھول کر اسلاف کے رائے ایک ایک کی قطع و برید کرنا چلا جاتا ہے، اور ہر قدم پر آپ کو یقین دلاتا ہے کہ یہی قرآن کی تعلیم ہے، یہی خدا کا حکم ہے، یہی رسول کا ایہ حسنہ ہو کیا یہ چھپا ہوا دشمن، یہ ہدایت کے لباس میں گمراہ

کرنے والا اس کھلے ہوئے دشمن ایمان سے ہزار درجہ زیادہ خطرناک نہیں؟ وہ تو آپ پر علانیہ حملہ کر رہا تھا۔ آپ اس کے حملے سے باخبر تھے، آپ کے لیے موقع تھا کہ اس سے اپنے ایمان کو بچائے جائے مگر اس چپے ہوئے دشمن سے آپ کیوں گر پڑیں گے جو دوست بن کر آپ کو منھائی میں زہر دے رہا ہے، ہلاکت کی طرف یہ فریب دیکھ لے جا رہا ہے کہ درحقیقت وہ ہلاکت نہیں، عین سلامتی ہے۔

یونپی کے ایک مسلمان گریجویٹ صاحب جو اس سے پہلے اشاعت اسلام کی خاطر سور کا گوشت حلال کرنے کی تجویز پیش کر چکے ہیں، آجکل انھوں نے ”مواعظ قرآن“ کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، اور ان ”مواعظ“ کی اشاعت کا شرف امت سر کے رسالہ ”بلغ“ کو حاصل ہو رہا ہے جو ”امت مسلمہ کا ماہوار صحیفہ“ ہے، اور ہر مہینہ اپنے ان مقاصد کا اعلان کرتا رہتا ہے: ”قرآنی تعلیمات کی نشر و اشاعت“۔ حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ سے صراطِ مستقیم کی طرف دعوت، اصل اسلام پر اعتراضات کے جوابات اور غلط فہمیوں کا ازالہ۔ اس وقت اس سلسلہ کا تیسرا ”وعظ“ ہمارے پیش نظر ہے جس میں **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ** کی تفسیر ارشاد ہوئی ہے۔ واعظ اپنا وعظ اس طرح شروع کرتا ہے کہ آیت میں تمام آنے والی مسلمان نسلوں کے لیے تنبیہ ہے کہ۔

”جبردار ایسا نہ کرنا کہ نماز کے معنی میں یہ سمجھ لینا کہ چاہے دل گھٹے یا نہ لگے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، کیسا ہی بے محل کیوں نہ ہو، مصلیٰ بچا کر چار ٹکڑیاں ماریں اور منہ سے کچھ بڑبڑا دیا۔ ایسی نماز سے بچائے فائدے کے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ وہ صرف دکھانے کے لیے پڑھی جاتی ہے اور غنڈا شدہ مگر وہ بلکہ مغضوب ہے۔“.....

”نماز کو بچوں کا کھیل مت سمجھنا۔ اس کے ادا کرنے میں بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ درحقیقت خدا اور اس کے فرشتوں کی حضوری اور شہادت کا وقت ہوتا ہے۔

تو کیا تہاری بے دلی کی نماز اس کو منہ پڑھانا نہ ہوگا۔ نمازیں خدائے واحد و
قدوس کے جلال و بزرگی و کبریائی کا اعتراف ہوتا ہے۔ تم اس کے حضور میں ایسے
ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہو۔ بھلا سوچو تو یہ کتنی بڑی گستاخی ہوگی کہ ایسے بڑے دربار
میں حاضر ہو کر تم ایسی حرکتیں کرو کہ اگر کسی دنیاوی امیر کے سامنے کرو تو تم کو فوراً
دربار سے نکال باہر کر دے۔ تم پر حیف و صد حیف ہے کہ اپنی نمازیں اللہ خدا کا ^{غضب}
مول نو۔ لہذا نماز کے لیے چار ضروری شرطیں ہیں مثلاً دنیاوی سے یکسوئی، جسم
لباس کی طہارت۔ الفاظ قرآن کو سمجھنا اور باایمان ہونا“

دیکھیے قرآن کا وعظ ہے۔ ”قرآنی تعلیمات کی نشر و اشاعت مگر نے دسے رسالہ میں شائع
ہو رہا ہے“ حق گو کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ تمہید ایسی ہے کہ جو مسلمان پڑھے گا یقین لے آئے گا
کہ واعظ کا مقصود خلوص فی العبادہ کی تلقین کرنا ہے۔ یہ سب باتیں جمع ہو کر ایک سیدھے سادے مسلمان
کو واعظ کی طرف سے کھل مسکن کر دیتی ہیں، اور اس کے دل میں کوئی خوف اس کا بابتی نہیں رہتا کہ
اس کے وعظ میں کوئی چیز اس کو گمراہ کرنے والی بھی ہوگی۔ اس طرح جب وہ ضلالت کے تمام خطرات سے
مأمون ہو جاتا ہے تو اسی سرشدانہ انداز میں اس سے کہا جاتا ہے۔

”یکہ وئی کے بہترین اوقات فطرۃً ہمیشہ وہی ہوتے ہیں۔ جب کہ آدمی سو کر اٹھتا ہے یا
جب سونے کے لیے تیار ہوتا ہے اور جب وہ اپنے گھر کام سے فارغ ہو کر سرشام لوٹتا
ہے۔ اس کے علاوہ جو اوقات بھی نماز کے ہوں گے وہ دنیاوی مصروفیت یا آرام
و سرتفریح کے ہوتے ہیں۔ ایسے اوقات میں نمازیں یکسوئی پیدا کرنا ذرا مشکل ہے،
ورنہ ایسے وقتوں میں نماز پڑھنا خطرے سے خالی نہیں۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو ان

وقتوں میں کیوں حاصل کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ان اوقات میں ادا کرتے ہیں۔ وہ نہایت

سرمہنگی اور بدلی سے ن

اس کے بعد سامع کو وعظ کی ایک اور خوراک دی جاتی ہے تاکہ وہ اس دعوت ضلالت

سے منحرف نہ ہو جائے۔

’حرکات جسمانی کا مقصد نماز نہیں، وہ اظہارِ خشوع و خضوع کے ساتھ بحیوٹی پیدا کرنے میں

مدد دیتے ہیں۔ اصل نماز تمہاری تقدیس و تجریر و تجمید و تلاوتِ قرآن پاک ہے جس کے

لیے تمہارے دماغ اور دل کا مستعد اور بحیو ہونا شرط ہے۔‘

یہ دوسری خوراک مضہم کر کے جب سیدھا سادہ مسلمان دو بارہ گمراہی کے خطرے سے بے

خوف ہو جاتا ہے تو زہر کا یہ آخری جرعہ اس کے حلق کے نیچے اتارا جاتا ہے:-

’دو میرے فہم ناقص میں تو یہ آتا ہے کہ اس کا اشارہ (یعنی وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ

کا اشارہ) اُن فقاہوں سے ہے جن کی کوئی سند قرآن میں نہیں ہے، لیکن وہ قرآن

کے احکام سے بڑھ کر ہمارے لیے معمول ہیں، اور ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ غلات

فطرت اوقات میں ہم سے نماز پڑھوائی جاتی ہے، جن میں نہ ہم تہ دل سے نماز میں

رجوع ہو سکتے اور نہ اپنی مفاد زندگی کے لیے کوئی کام کر سکتے ہیں:-

اس تمام وعظ کا اصل مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ظہر اور مغرب کی نماز کا وقت

اُٹا دیا جائے، کیونکہ ظہر کی نماز کے لیے انگریزی حکومت اور انگریزی کمپنیوں نے اپنے مسلمان ملازمین

کے لیے کوئی وقت دینا پسند نہیں کیا ہے، اور مغرب کی نماز کا وقت قیمتی سے وہی ہے جو سینما کا ہے،

کلب کی تفریحات کا ہے ٹینس بلیئرڈ اور برج کھیلنے کا ہے۔ اس وقت کھیل چھوڑ کر نماز پڑھنا ہمارے

”صاحب لوگوں کو ناگوار ہوتا ہے۔ اس مقصد کو خود ”داعظ“ صاحب ہی نے کھول کر رکھ دیا ہے۔
 ”میرے بعض دوست ایسے ہیں جو ماشاء اللہ بڑے پابند نماز ہیں میں نے ان کو
 دیکھا ہے کہ شام کو سنس اور برج کھینٹتے کھینٹتے وہ دفعۃً نماز پڑھنے لگ گئے یا کسی
 پارٹی میں کھاتے کھاتے اٹھ کھڑے ہوئے اور جھٹ نماز پڑھ ڈالی۔ یا اجلاس
 میں مقدمہ کی سماعت کر رہے ہیں کہ یکایک گھڑی نے ان کو ظہر کی نماز یاد دلا
 اٹھ کھڑے ہوئے اور عادتہً نماز کے ارکان چوتھے پراد کر ڈالے۔ میں کبھی
 اس قسم کی نمازوں کو نماز ہی شمار نہیں کرتا اور ہمیشہ قرآن کی یہ آیت یاد کر کے
 میں کانپ جاتا ہوں۔“

دشمنان اسلام کی ایک قسم وہ تھی جنہوں نے دفتروں کے اوقات میں مسلمانوں کو نماز
 کے لیے چھٹی دینے سے انکار کیا، اور اس معاملہ میں ان پر سختیاں کیں مسلمان ان دشمنوں کا مقابلہ
 کر سکتے تھے اور انہوں نے کیا۔ جو بچے مسلمان تھے انہوں نے حکم خدا اور رسول کے مقابلہ میں کسی جابر
 کے حکم کی پروا نہ کی حتیٰ کہ بہتوں نے نماز کی خاطر اپنے روزگار تک سے ہاتھ دھو لیا، اور جو ضعیف
 الایمان تھے انہوں نے اگرچہ روزگار کی خاطر نماز ترک کر دی، مگر پھر بھی دل میں اپنی اس کمزوری
 پر شرمسار رہے۔ ایک دوسری قسم دشمنوں کی وہ تھی جنہوں نے نماز کے خلاف علانیہ تبلیغ کی، اس کو
 فضول اور لغو کہا، مسلمانوں کو اس سے منحرف کرنے کے لیے طرح طرح کی تحریکوں کے جال بچھائے
 مسلمان ان دشمنوں کا مقابلہ بھی کر سکتے تھے، اور انہوں نے کیا۔ اس لیے کہ یہ کھلے دشمن تھے
 ان کے شر سے بچ جانا آسان تھا۔ لیکن اس دشمن کے شر سے بچنا کس قدر مشکل ہے جو انہی دشمنوں
 کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جبر اور مخالفانہ تبلیغ کے ذرائع کو چھوڑ کر نصیحت اور وعظ کا ذریعہ

اختیار کرتا ہے، قرآن کو آلہ کار بناتا ہے، اور مسلمانوں کو یقین دلاتا ہے کہ ظہر اور مغرب کی نماز تو خدائے تم پر فرض ہی نہیں کی، ان نمازوں کا پھندا تو دراصل ان جاہل ملائوں نے تمہارے نگلے میں ڈال دیا ہے جو یمنعون الماعون کے مصداق ہیں، ان ظالموں نے بالکل ”ضلال فطرت“ اوقات تجویز کو کے تم کو نمازوں میں لگا دیا، اور اس کا انجام یہ ہوا کہ تم سے دفتروں کی ملازمتیں چھوڑیں، دنیا کے کاروبار چھوڑے، کلب اور سینا چھوڑے، غرض ترقی کی تمام راہوں سے تم الگ ہو گئے، قرآن نے ہرگز ایسی نماز کا حکم نہیں دیا، وہ تو صرف تین وقت کی نماز تم سے پڑھوانا چاہتا ہے، اور وہ بھی اس ضروری شرط کے ساتھ کہ ”مشاغل دنیوی سے یکسوئی ہو“۔ یہ وہ دشمنی ہے جو دوستی کے پیرایہ میں کی گئی ہے۔ وہ ضلالت ہے جس کو ہدایت کا نہایت خوشنما لباس پہنا یا گیا ہے۔ جو کام کھلے دشمن نہ کر سکے، علانیہ گمراہ کرنے والے نہ کر سکے، اس کو انجام دینے کے لیے اب دوست نہ بنیں اور مدعی اصلاح مفسد اٹھیں۔ اب سادہ لوح مسلمان کے دین و ایمان کا اللہ ہی حافظ ہے!۔

بادی النظر میں تو یہ جملہ صرف اوقات نمازی پر ہے لیکن غور سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک بڑے خطر کی ابتدا ہے مسلمانوں کو پنجوقتہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب قریب اسی تو اتر کے سا بچھنچی ہے جس کی ساتھ قرآن پہنچا ہے جس طرح قرآن کی صحت پر ہمارے یقین و اذعان محض اس بنا پر ہے کہ اس کتاب کو ہزاروں آدمیوں نے حضور سے سنا اور پھر لاکھوں کروڑوں آدمیوں نے صحابہ سے سنا اور ان کے بعد ہرگز نہ والی نسل سے آنے والی نسل کو قرآن انہی الفاظ کے ساتھ پہنچتا رہا اسی طرح پنجوقتہ نماز کی فرضیت پر یقین کرنے کے لیے بھی ہمارے پاس اس سے زیادہ مضبوط اور محکم کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہزاروں آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ خمس کا حکم سنا اور آپ کے اقتدا میں اس پر سہا سال تک عمل کیا، ان کے بعد سلاسل بدل کر رہا کر دے مسلمان یہی سنتے اور دیکھتے اور عمل کرتے چلے آئے کہ اسلام پنجوقتہ کی نماز فرض ہے، اور مسلمانوں میں قسم کی فرقہ بندیوں کے باوجود بھی صلوٰۃ خمس کی فرضیت کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا۔ اس تو اتر

سے جو یقین نماز کے معاملہ میں حاصل ہوتا ہے وہ اگر کسی شک ڈالنے والے کے شک ڈالنے سے متزلزل ہو جائے تو پھر اس یقین کو متزلزل کر دینا بھی کچھ مشکل نہیں جو قرآن مجید کے متعلق ایسی تو اتر سے حاصل ہوا ہے بلکہ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ایسی متواتر خبر بھی شک و شبہ کی زد میں آسکتی ہو تو ایک شخص اس امر میں بھی شک کر سکتا ہے کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع مبعوث بھی ہوئے تھے یا نہیں اس لیے جس تو اتر کے ساتھ سکھو آنحضرت سے بخوفتہ نماز پہنچی ہے اسی تو اتر کے ساتھ آنحضرت کے مبعوث ہونے کی خبر بھی پہنچی ہے اگر شک کی بیماری ہمارے دل پر اس قدر غالب ہو جائے کہ آج ہم پنجوقتہ نماز کے فرض ہونے میں شبہ کرنے لگیں تو کچھ عجب نہیں کہ کل یہی بیماری ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق بھی شک میں ڈال دے۔

بالل کی طرف دعوت دینے والوں کا یہ عام قاعدہ ہے کہ وہ اپنی دعوت ضلالت کے تمام مقاصد کو بیک وقت بے نقاب نہیں کرتے بلکہ سب سے پہلے دین کے مسلمات و یقینیات میں سے کسی ایک چیز پر حملہ کر کے اپنی پوری قوت صرف اسی کو متزلزل کرنے میں صرف کر دیتے ہیں یہ ایک گہری نفسیاتی چال ہے اگر وہ سب کچھ ابتداء ہی میں کھول دیں تو شاید کوئی مسلمان بھی ان کے جال میں نہ پھنسے اس لیے وہ اپنے کام کی ابتدا شکوک و شبہات کی تخم ریزی اور یقینیات میں سے کسی ایک امر یقینی کی بنیاد ڈھانے سے کرتے ہیں جو لوگ اس پہلے حملہ کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ جاتے ہیں ان کا دین و ایمان تو ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا ہے لیکن جو کمزور طبیعت کے لوگ اس حملہ کی تاب نہیں لاسکتے وہ پہلے مورچہ پر شکست کھانے کے بعد ایسے مغلوب ہوتے ہیں کہ گمراہ کرنے والا ان کے یقینیات میں سے ایک ایک کو مسمار کرتا چلا جاتا ہے، اور وہ گمراہی کی آخری منزل تک اس کی پیروی کیے چلے جاتے ہیں کیونکہ جب کسی شخص کے دل میں شک کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، اور یقین کی قوت پر شک کا مادہ غالب آجاتا ہے تو پھر شکوک کے سیلاب میں اس کے پاؤں ایسے اٹھڑ

ہیں کہ وہ بہتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور کہیں اس کے قدم جھنے نہیں پاتے ایک یقینی کھانکار دراصل اسی ایک امر کے انکار پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس سے انسان کے نفس میں یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ ویسے ہی دوسرے یقینیات کا بھی انکار کر دے اس لیے کہ تمام یقینیات کی بنیاد ایک ہی ہوتی ہے جب وہ بنیاد کسی ایک امر میں تنزل ہو جاتی ہے تو دوسرے تمام یقینی امور بھی کمزور ہو جاتے ہیں اور اس وقت یہ بات بالکل داعی ضلالت کے اپنے اختیاریں ہوتی ہے کہ اپنے تتبع سے جس چیز کا چکا انکار کر لے! اسلام میں جتنے فرق باطلہ پیدا ہوئے ہیں! ان سب کے بانیوں نے اسی طریقہ سے کامیابی حاصل کی ہے۔ تا دیا نی تحریک کی روشن مثال ہمارے سامنے ہے اس کے بانی نے بھی سب سے پہلے اسلام کے ایک یقینی مسئلہ (یعنی ختم نبوت) کے متعلق لوگوں کے دلوں میں شکوک ڈالنے شروع کیے تھے۔ جو لوگ اس پہلے حملہ سے بچ گئے وہ تو ہمیشہ کے لیے بچ گئے۔ مگر جن کے یقین کی بنیاد اس مسئلے میں تنزل ہو گئی وہ گمراہی کی دعوت سے بے مغلوب ہوئے کہ مرزا صاحب نے جس جس چیز کا چاہا ان سے انکار کرایا، اور جو چیز اسلامی تعلیمات کے خلاف پیش کی اس کا اقرار ان سے کر کے چھوڑا۔

جناب مقبول احمد صاحب المعروف ”حق گو“ جس مذہب کی بنیاد اٹھا رہے ہیں اس کے تمام خط و خال ہم کو ان کی کتاب ”مطالعہ حدیث“ میں نظر آ گئے ہیں۔ اس کی حقیقت تو ان شاء اللہ ہم غریب اس کتاب کی تنقید میں کھول دیں گے لیکن اس وقت ہم جریدہ ”بلاغ“ کے ناشرین و مدیرین سے سوال کرتے ہیں کہ قرآنی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا یہ کونسا شعبہ ہے جس کا افتتاح آپ نے کیا ہے؟ کیا قرآن کی تعلیم وہی ہے جس کو سلسلہ مواعظ قرآن میں پیش کیا گیا ہے؟ کیا آپ نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی؟

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِكَ الشَّمْسِ (۹:۱۱) نماز قائم کر دے آفتاب دھلنے کے وقت۔

اس آیت میں آفتاب دھلنے کے وقت سے مراد ظہر کے سوا اور کونسا وقت ہو سکتا ہے؟ اور۔

کیا آپ نے قرآن میں یہ بھی نہیں پڑھا؟

اقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ
الَّيْلِ (۱۰:۱۱) - رات گزرنے کے بعد۔

یہاں زُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ (یعنی عشاء) کے وقت سے علیحدہ اور دن کے ایک کنارے (یعنی فجر) کے مقابل جس دوسرے کنارے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد مغرب کے سوا اور کونسا وقت ہو سکتا ہے؟ پھر کیا یہ آیت بھی قرآن میں آپ کو نہیں ملی؟

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ اٰثَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ
وَاطْرَافَ النَّهَارِ (۸:۳۰) - وقتوں میں پھر تسبیح کر، اور دن کے کناروں پر۔

کیا اس آیت میں چار علیحدہ علیحدہ اوقات کی تصریح نہیں ہے؟ قبل طلوع شمس اور دن کے کناروں میں سے ایک کنارہ تو ظاہر ہے کہ صبح کا وقت ہے قبل غروب سے مراد عصر ہے۔ انا اللیل سے مراد عشاء۔ ان تین وقتوں کے علاوہ دن کے دوسرے کنارے سے مراد اگر مغرب کا وقت نہیں تو کیا ہے؟ پھر یہ آیت بھی

قرآن میں تھی۔ آپ نے اس کو کیوں نہ دیکھا؟

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ
وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا
وَحِينَ تَقْضُونَ (۲:۳۰) - کرو سہ پہر کو اور جب تم پر دوپہر کا وقت آئے۔

کیا اس آیت میں حِينَ تُمْسُونَ سے مراد مغرب کے سوا کوئی اور وقت ہے؟ اور کیا عَشِيًّا (سہ پہر یا عصر) سے علیحدہ حِينَ تَقْضُونَ سے ظہر کے سوا کوئی دوسرا وقت مراد ہو سکتا ہے؟ اگر یہ آیات قرآن ہی کی ہیں، اور ان سے نماز کے پورے پانچ وقت ثابت ہوتے ہیں تو کیا اس وعظ

قرآنی وعظ کہا جاسکتا ہے جس میں مسلمانوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ نماز صرف تین وقت کی ہے، اور ظہر و مغرب کی نماز کا حکم قرآن میں نہیں ہے؛ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی دشمنی میں آپ حضرات کا غلو اس حد تک بڑھتا جا رہا ہے کہ اب آپ قرآن کے دشمنوں سے بھی محض اس لیے اتحاد کر سکتے ہیں کہ وہ حدیث کی دشمنی میں آپ سے متفق ہیں۔

سلسلہ کلام طویل ہو گیا اس لیے یہاں اس شبہ کا ازالہ نہیں کیا جاسکتا جو ”حق گو“ صاحب نے نماز کے لیے ”دنیاوی مشاغل سے کیوٹی“ کی قید لگا کر پیدا کیا ہے۔ انشاء اللہ اشاعت آئندہ میں اس کی تحقیق کی جائے گی۔